مواعظ حسینیہ (سنہ ۱۲۰۰ ہجری)

قسط۔۱۷

مترجم: خان محمد صادق جونپوری

روی الشیخ الطوسی باسنادہ عن الرضا عن ابائہ عن امیر المومنین علیھم السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ قال اللہ عزو جل یا بنی ادم کلکم ضال الاّ من ھدیت و کلکم عائل الا من اغنیت و کلکم ھالک الا من انجیت فاسألونی اکفکم و اھدکم سبیل رشدکم۔ ان من عبادی المومنین من لا یصلحہ الا الفاقۃ و لو اغنیتہ لافسدہ ذلک و ان من عبادی من لا یصلحہ الا الصحۃ و لو امرضتہ لافسدہ ذالک و ان من عبادی من یجتھد فی عبادتی و قیام اللیل لی فالقی علیہ النعاس نظرا منی الیہ فیرقد حتیٰ یصبح و یقوم حین یقوم و ھو ماقت لنفسہ زار علیھا و لو خلیت بینہ و بین ما یرید لدخلہ العجب بعملہ ثم کان ھلاکہ فی عجبہ رضاب عن نفسہ فیظن انہ قد فاق العابدین و جاز باجتھادہ حد المقصرین فیتباعد بذلک منی و ھو یظن انہ یتقرب الی الا فلا یتکل العاملون علی اعمالھم و ان حسنت و لا ییأس المذنبون من مغفرتی لذنوبھم و ان کثرت لکن برحمتی فلیثقوا و لفضلی فیرجو والی حسن نظری فلیطمئوا و ذلک انی ادبر عبادی بما یصلحھم و انا بھم لطیف۔ (بحار الانوار، جلد ۶۸ باب ۶۳، التوکل والتفویض والرضا)

شیخ طوسی نے اپنے اسناد کے ذریعے امام رضاؑ سے اور انھوں نے اپنے آباء و اجدادؑ سے روایت کی ھے کہ جناب رسول خداؐ کا ارشاد ھے کہ خداوند عالم نے فرمایا اے اولاد آدم! تم سب گمراہ ھو سوائے اس کے جس کی میں رھبری کروں اور تم سب محتاج ھو سوائے اس کے جسے میں غنی بنادوں۔ اس لئے مجھ سے مانگو میں تمھاری مدد کروں گا اور تمھیں راہ ھدایت پر لگادوں گا۔ بے شک میرے بندوں میں وہ بھی ھیں جو فقر کے سوا اور کسی چیز کے لائق نھیں اور اگر میں اسے غنی کردوں تو غنا اسے فاسد بنادے گی۔ بے شک میرے بندوں میں سے کچھ ایسے ھیں جن کی اصلاح صرف صحت ھی کہ ذریعے ممکن ھے۔ اگر میں ان کو مریض کردوں تو مریضی اسے فاسد بنادے گی۔ بے شک میرے بندوں میں کچھ ایسے ھیں جو میری عبادت میں کوشش کرتے ھیں اور راتوں میں کھڑے رھتے ھیں اور میں لوگوں کی توجہ ان کی طرف کردیتا ھوں تا کہ وہ صحیح عبادت و قیام کرسکے اور اگر میں اسے تنھا چھوڑدوں اس چیز کے ساتھ جسے وہ چاھتے ھیں تو عجب و غرور کا شکار ھوجائیں گے۔ پھر وہ اپنی کوشش کی بناپر مقصرین کی حدتک پھونچ جائیں گے اور یہ گمان کریں گے کہ وہ مجھ سے قریب ھیں حالانکہ وہ مجھ سے دور ھوں گے اعمال کو انجام دینے والے اپنے اعمال پر بھروسہ نہ کریں اگر چہ وہ بھتر ھوں اور گناہ گار اپنی گناھوں کی وجہ سے میری مغفرت سے مایوں نہ ھوں اگر چہ زیادہ ھوں۔

یہ جاننا چاہئے کہ اس حدیث شریف میں بہت سے نکات ہیں جن کی تفصیل کا بیان اس کمی وقت میں ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا ان میں سے بعض نکات کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں اور آپ حضرات سے یہ التماس ہے کہ کان کھول کر اور صدق نیت کے ساتھ اس حقیر کے کلام کو سنیں اور ان باتوں کی قدر کریں جن کو حقیر بہت محنت ومشقت سے فراہم کرتا ہے اور آپ حضرات کو بغیر محنت کے مل جاتا ہے۔

ان نکات میں سے ایک نکتہ یہ ہے کہ جناب حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندوں پر کمال رافت وشفقت کی وجہ سے ارشاد فرماتا ہے کہ تم لوگ اپنی حاجتوں کو مجھ سے طلب کروتا کہ میں تمھاری حاجت کو پورا کروں اور تم کو اس راستے کی طرف ہدایت کروں جس پر چلنا تمھاری ترقی کا باعث ہو۔اس بات کی بہت سی آیتوں اور حدیثوں سے تائید ہوتی ہے۔مثلاً حق سبحانہ وتعالیٰ سورۂ مومن، آیت نمبر ۶۰ میں ارشاد فرماتا ہے

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ۔

اور تمھارے پروردگار نے کہا مجھ سے دعا کرو ،میں تمھاری دعا قبول کروں گا بلاشبہ جو میری عبادت سے سرتابی کرتے ھیں وہ ذلت و خواری کے ساتھ دوزخ میں داخل ہوں گے۔

کتاب ''عدۃ الداعی'' میں مسطور ہے کہ یزید بن معاویہ نے امام محمد باقر صلوات اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ قرائت قرآن افضل ہے یا دعا۔حضرتؑ نے ارشاد فرمایا کثرت دعا قرآن پڑھنے سے بہتر ہے۔

نیز اسی کتاب میں ہے کہ جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا میں تمھیں ایسے اسلحے کی طرف دلالت نہ کروں جو تم کو دشمنوں سے نجات دلانے اور رزق میں زیادتی کا باعث ہو۔حاضرین نے کہا ہاں یا رسول اللہ! جناب نبویؐ نے فرمایا وہ اسلحہ دعا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس کے دل میں کوئی خواہش ہو اور وہ خواہش مشروع ہو تو وہ اس دنیا سے نہیں اٹھتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کی خواہش کو پوری کرتا ہے۔

اس سلسلے میں تین اعتراض کئے جاتے ہیں اور بعید نہیں ہے کہ یہاں کے اکثر لوگوں کے ذہن میں بھی یہ اعتراض پیدا ہوئے ہوں۔

پہلا اعتراض: ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر لوگ حق تعالیٰ سے بعض چیزوں کی درخواست کرتے ہیں لیکن ان کی حاجت پوری نہیں ہوتی ہے۔اس صورت میں کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کو پورا نہیں کیا ہے۔نعوذ باللہ۔

تو جاننا چاہئے کہ عدم اجابت دعا کے کئی وجوہات ہیں۔پہلی وجہ شرائط دعا میں سے کسی شرط کو پورا نہ کرنا ہے۔چنانچہ منقول ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ دو آیتیں ایسی ہیں جو میری سمجھ میں نہیں آتی ہیں۔حضرتؑ نے فرمایا وہ کون سی آیتیں ہیں؟ اس نے جواب دیا پہلی آیت اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ (مؤمن: ۶۰) کیونکہ میں دعا کرتا ہوں لیکن حق تعالیٰ اجابت نہیں فرماتا ہے۔حضرتؑ نے جواب دیا کیا تم تصور کر سکتے ہو کہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی کرے گا۔کہا نہیں۔امامؑ نے فرمایا تو پھر دعا کے مستجاب نہ ہونے کی وجہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا میں نہیں جانتا ہوں۔حضرتؑ نے فرمایا میں تجھے بتاتا ہوں۔اگر انسان ان باتوں کو بجالائے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور اسکے بعد دعا کے آداب کو رعایت کرتے ہوئے دعا مانگے تو اس کی دعا کو اللہ تعالیٰ ضرور پوری کرے گا۔

اس نے کہا دعا کے آداب کیا ہیں؟ جناب معصومؑ نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرو۔پھر اس کی نعمتوں کو یاد کر کے اس کا شکریہ ادا کرو۔پھر محمد و آل محمد پر درود بھیجو۔اس کے بعد اپنی گناہوں کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ سے طلب بخشش کرو۔یہ ہے دعا کرنے کا انداز۔

امامؑ نے فرمایا دوسری آیت کون سی ہے؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: وَمَا أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ (صبا: ۳۹) بیشک ہم انفاق کرتے ہیں لیکن اس کا عوض ہم کو نہیں ملتا ہے۔حضرتؑ نے فرمایا کیا تم سمجھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ خلاف وعدہ کرے گا۔کہا نہیں۔امامؑ نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی شخص حلال طریقے سے کوئی مال حاصل کرے اور اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کرے تو بے شک اللہ تعالیٰ اس کا عوض اس کو دے گا۔

عدم اجابت دعا کی دوسری وجہ یہ ہے کہ کبھی کبھی بندے کی حاجت کو پورا کرنا حق تعالیٰ کے علم کے مطابق اس کی گمراہی کا سبب ہوتا ہے۔لیکن بندہ عواقب امور کے علم نہ ہونے کی وجہ سے اس

بات کواللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے اورعلیم علی الاطلاق علم وحکمت کی بنیاد پر اور بندوں پر اپنے شفقت ورافت کی وجہ سے اس کی حاجت کو پوری نہیں کرتا ہے۔اس بات پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلالت کرتا ہے:

وَعَسٰی أَنْ تُحِبُّوا شَیْئًا وَھُوَ شَرٌّ لَکُمْ وَ اللّٰہُ یَعْلَمُ وَ أَنْتُمْ لاتَعْلَمُون۔ (بقرہ:۲۱۶)

اور بہت ممکن ھے کہ کسی چیز کو تم پسند کرتے ھو حالانکہ وہ تمھارے لئے بری ھے۔بات یہ ھے کہ اللہ علم رکھتا ھے اور تم علم نھیں رکھتے۔

اس مسئلے میں بندے کی مثال اس مریض کی سی ہے جو عقل و علم سے بے بہرہ ہو اور حاذق و عالم حکیم کے پاس جائے جو اس سے محبت کرتا ہے۔یہ بیمار بعض غذاؤں کے ذائقہ دار ہونے اور اس کے نقصانات سے ناواقف ہونے کی وجہ اس غذا کو تجویز کرنے کی خواہش کرے اور وہ حکیم اس غذا کے نقصانات سے واقف ہونے کی وجہ سے اس کو اجازت نہ دے۔

اجابت دعا میں تاخیر کی دوسری وجہ صلاح و پرہیز گاری ہے۔یعنی جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو دوست رکھتا ہے تو کبھی کبھی چاہتا ہے کہ اس کی آواز مناجات کو سنے۔چنانچہ جابر بن عبد اللہ انصاری سے منقول ہے کہ جناب سید المرسلینؐ نے ایک حدیث ارشاد فرمائی جس کا خلاصہ یوں ہے: بعض اوقات اللہ تعالیٰ کا کوئی دوست کسی حاجت کے لئے دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جبرئیل سے فرماتا ہے کہ اس کی حاجت کو پوری کر دو لیکن تاخیر کے ساتھ۔بے شک میں چاہتا ہوں کہ اپنے بندے کی آواز کو سنوں۔اور بعض اوقات دشمن خدا دعا کرتا ہے تو حق تعالیٰ جبرئیل سے فرماتا ہے کہ فوراً اس کی حاجت کو پوری کرو۔میں اس کی آواز کو پسند نہیں کرتا ہوں۔عدم اجابت دعا کے دوسرے اسباب بھی ہیں جن کا تذکرہ طولانی ہو جائے گا۔

بعض حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ تین اشخاص کی دعا قبول نہیں ہوتی ہے: پہلا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے دولت دی ہو اور وہ اسے غلط راستے میں خرچ کرے اور پھر دعا مانگے اللھم ارزقنی۔اللہ تعالیٰ جواب میں فرمائے گا کیا میں نے تمھیں رزق نہیں دی ہے۔دوسرا وہ شخص جو اپنی بیوی پر ظلم کرے اور اس کے حق میں بد دعا کرے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کو طلاق کیوں نہیں دیتے ہو۔تیسرا وہ شخص جو اپنے گھر میں بیٹھا رہے اور روزی کے لئے تلاش نہ کرے اور دعا کرے کہ اللھم ارزقنی۔اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں فرمائے گا کیا میں نے طلب روزی کے لئے ذریعے مقرر نہیں کئے ہیں۔

دوسرا اعتراض: جب حق سبحانہ وتعالیٰ اپنی حکمت و مصلحت کی بنیاد پر کام کرتا ہے اور اس کے خلاف کوئی کام انجام نہیں دیتا ہے تو دعا کا فائدہ کیا ہے۔کیونکہ اگر دعا کرنے والے کا مطلب حکمت الٰہی کے مطابق ہے تو بے شک اللہ تعالیٰ اسے پورا کرے گا اور اگر اس کے برخلاف ہے تو غیر ممکن ہے کہ وہ فعل اس سے صادر ہو، چاہے بندہ دعا کرے یا نہ کرے۔تو جاننا چاہئے کہ ممکن ہے کوئی شیء دعا کرنے والے کی دعا سے پہلے مقتضائے حکمت کے خلاف رہی ہو لیکن دعا کے بعد عین حکمت ہو جائے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مصلحتیں، اوقات اور زمانے کی تبدیلی نیز افراد میں فرق کے بنیاد پر تبدیل ہوتی ہیں۔بعض آیتوں کا دوسری آیتوں اور بعض شریعتوں کا دوسری شریعتوں کے ذریعے منسوخی اسی بات پر مبنی ہے۔اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ کیونکہ دعا عبادات میں شامل ہے، لہٰذا انسان کو اس پر اجر ملتا ہے۔اگر چہ مثلاً حاجت روائی کے سلسلے میں موثر نہ ہو۔

تیسرا اعتراض: اکثر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بعض جادو اور طلسموں میں وہ تاثیر ہوتی ہے جو ادعیہ ماثورہ اور مشروعہ میں نہیں پائی جاتی ہے۔اس وجہ سے اکثر لوگ ادعیہ ماثورہ کو چھوڑ کر اپنی حاجتوں کو پوری کروانے کے لئے صاحبان جادو سے رجوع کرتے ہیں۔

تو جاننا چاہئے کہ دنیا عالم اسباب ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت و مصلحت کی بنیاد پر بعض امور کو دوسرے امور کا سبب بنایا ہے۔یعنی اگر سبب خاص طریقے سے محقق ہو گئی تو اس کا اثر ضرور ظاہر ہو گا چاہے مشروع طریقے سے ہو یا غیر مشروع طریقے سے۔مثلاً شرائط اور عدم مانع کے ساتھ مرد اور عورت کی ہم خوابگی بچے کی پیدائش کا سبب بنتی ہے۔چاہے مشروع طریقے سے ہو یا

غیر مشروع طریقے سے۔ اسی طرح چوری، مال حاصل کرنے اور تلوار، کاٹنے کا سبب بنے گی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مصلحتوں کے بنیاد پر جسے وہی بہتر جانتا ہے، اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ خاص طریقے سے اس جہان فانی میں تصرف کریں اور شرع کے حدود سے تجاوز نہ کریں، چاہے اس صورت میں دلی خواہش کے مطابق دنیوی فائدے حاصل نہ ہوں۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو یہ جاننا چاہئے کہ ممکن ہے کہ جادو کسی امر کا باعث ہو جیسے زنا اور چوری بچے کی پیدائش اور مال کے حصول کا سبب بنتے ہیں۔لیکن اگر وہ امر شرع کے خلاف ہو تو عاقل کو چاہئے کہ منفعت عاجل کے لئے خسران ابدی اور عقاب سرمدی کو اختیار نہ کرے۔ اس بات کی وضاحت ایک مثال کے ذریعے کرتا ہوں کہ دنیا کو ایک باغ کی صورت میں تصور کرنا چاہئے جس میں مختلف قسم کے پھل، درخت اور پھول ہیں۔ اس باغ کا مالک اپنے غلاموں سے یہ کہتا ہے کہ تم کو اگر اس باغ کے پھل کی ضرورت پڑے تو مجھ سے آکر بیان کرو تا کہ اگر میں مناسب سمجھوں تو تمہاری حاجت کو پوری کر دوں اور اگر مصلحت نہ ہو تو تمہاری خواہش پوری نہ ہوگی، لیکن اس کے بدلے میں تمھیں انعام دوں گا اور اگر میری اجازت کے بغیر اس باغ سے کسی طرح کا بھی فائدہ حاصل کیا تو اتمام حجت کے لئے کچھ دن تو مواخذہ نہیں کروں گا، لیکن مدت معہود پوری ہونے کے بعد مختلف عذابوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے معذب رہو گے۔

پس وای ہو اس غلام پر جو حاجت کے پوری نہ ہونے کے خوف سے اپنے آقا سے سوال نہ کرے اور باغ کے باغبان سے مل کر اس باغ کے پھلوں میں تصرف کرلے اور عذاب ابدی کو اپنے لئے مہیا کرے۔ اور خوش نصیب ہے وہ غلام جو ضرورت پڑنے پر اپنے مالک کی خدمت میں درخواست کرے اور اس کا آقا اگر اس کے لئے مصلحت جانے تو اس کی خواہش کو پورا کر دے۔ اس طرح وہ غلام اپنے مالک کا چہیتا ہو جائے گا اور اس کا مالک جلد ہی اس کو جاودانی نعمتوں سے اتنا نوازے گا کہ اس کی آنکھیں کھل جائیں گی اور اس کا دل شاد و خرم ہو جائے گا۔

مذکورہ حدیث میں دوسرا نکتہ یہ ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ بندوں کے لئے جو اصلح ہوتا ہے وہی انجام دیتا ہے۔ یہ اعتقاد مذہب شیعہ کی ضروریات میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ امام کو خود منصوب کرے، یہ فرع بھی اسی اصل کے ذیل میں ہے۔ اشاعرہ اس اصل کے منکر ہیں۔ وہ لوگ اس بات سے غافل ہیں کہ ایسا کریم جو صحت و مرض، غنا و فقر وغیرہ کے سلسلے میں بندوں کی مصلحت کو رعایت کرتا ہے، اس کے لئے کہاں جائز ہے کہ امام بنانے کے فرض کو بندوں پر چھوڑ دے؟ وہ امام جو بندوں کے دین و دنیا کی مصلحت اور عالم و عالمیان کے منظم ہونے کا سبب ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ امام جعفر صادقؑ کے کچھ اصحاب آں حضرت کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس مجمع میں ہشام بن حکم بھی تھے جو ایام شباب میں تھے۔ حضرتؑ نے ان سے پوچھا اے ہشام! انھوں نے جواب دیا لبیک یابن رسول اللہ! امامؑ نے فرمایا کیا مجھے نہیں بتاؤ گے کہ عمر بن عبیدہ بصری سے کیا بحث ہوئی تھی۔ ہشام نے کہا میں آپ پر قربان ہو جاؤں مجھے شرم محسوس ہوتی ہے اور میری زبان میں اتنی طاقت نہیں کہ آپ کے حضور میں کوئی بات بیان کروں۔ امامؑ نے فرمایا میں جب کسی بات کا حکم دیتا ہوں تو تمھیں اطاعت کرنی چاہئے۔

ہشام نے کہا میں نے عمر بن عبیدہ کی بہت شہرت سنی تھی اور وہ بصرہ میں درس دیتا تھا۔ لہٰذا میں بصرہ گیا اور جمعہ کے دن وہاں پہنچا۔ مسجد گیا اور دیکھا کہ وہ بیٹھا ہوا ہے اور بہت سے لوگ اس کے آس پاس موجود ہیں۔ اس نے سیاہ کپڑے کے دو ٹکڑے پہن رکھے ہیں۔ ایک کو لنگ اور دوسرے کو ردا بنا رکھا ہے۔ لوگ اس سے سوال پوچھ رہے ہیں۔ میں بھی گیا اور دو زانو ہو کر مجمع کے آخر میں بیٹھ گیا اور کہا اے عالم! میں پردیسی ہوں۔ کیا اجازت ہے کہ میں بھی آپ سے کچھ سوال کروں۔ اس نے کہا ہاں! پوچھو۔ پھر ہمارے درمیان اس طرح سوال جواب ہوا:

میں: کیا تمھاری آنکھیں ہیں؟

عمر بصری: اے فرزند! یہ کس طرح کے سوال کر رہے ہو؟

میں: میرے سوال اسی طرح کے ہیں اور مجھے جواب

چاہئے۔

عمر بصری: میں جواب دوں گا اگرچہ تمہارے سوال احمقانہ ہیں۔

میں: کیا تمھاری آنکھیں ہیں؟

عمر بصری: ہاں۔

میں: اس سے کیا کام لیتے ہو؟

عمر بصری: آنکھ سے رنگوں اور اشخاص کو دیکھتا ہوں۔

میں: کیا تمھاری ناک ہے؟

عمر بصری: ہاں۔

میں: ناک کس کام آتی ہے؟

عمر بصری: چیزوں کی بو کو محسوس کرتا ہوں۔

میں: کیا تمھاری زبان ہے؟

عمر بصری: ہاں۔

میں: اس سے کیا کام لیتے ہو؟

عمر بصری: اس سے بات کرتا ہوں۔

میں: کیا تمھارے کان ہیں؟

عمر بصری: ہاں۔

میں: کان سے کیا کام لیتے ہو؟

عمر بصری: آوازوں کو اس سے سنتا ہوں۔

میں: کیا تمھارے پاس دل ہے؟

عمر بصری: ہاں۔

میں: اس سے کیا کام لیتے ہو؟

عمر بصری: اس کے ذریعے اعضا اور جوارح کو رونما ہونے والے شکوک کو دور کرتا ہوں۔

میں: کیا یہ اعضا و جوارح دل سے بے نیاز نہیں ہیں؟

عمر بصری: نہیں۔

میں: ان اعضا و جوارح کو کیوں دل کی ضرورت ہے؟

عمر بصری: اے فرزند! جب یہ اعضا و جوارح شک کریں اس چیز کے بارہ میں جس کو سونگھا ہو یا دیکھا ہو یا سنا ہو یا چکھا ہو یا لمس کیا ہو تو دل کی طرف رجوع کرتے ہیں تا کہ وہ شک کو یقین میں بدل دے۔

میں: تو اللہ تعالیٰ نے دل کو اعضا و جوارح کے اختلافات کو ختم کرنے کے لئے مقرر کیا ہے؟

عمر بصری: ہاں۔

میں: تو دل ضروری ہے اور اس کے بغیر اعضا و جوارح صحیح کام نہیں کر سکتے ہیں؟

عمر بصری: ہاں۔

میں: اے ابا مروان انصاف کرو۔ جب اللہ تعالیٰ نے تمھارے بدن کے اعضا و جوارح کو اپنے حال پر نہیں چھوڑا اور ان کے لئے ایک امام مقرر کیا ہے تا کہ جو کچھ وہ حاصل کریں اس کی تصدیق کرے اور جن چیزوں میں شک کریں اسے دور کرے۔ تو یہ کیسے ممکن ہے کہ بندوں کو حیران و سرگرداں اور شک و اختلاف میں چھوڑ دے۔

وہ خاموش ہو گیا اور تھوڑی دیر بعد میری طرف متوجہ ہوا۔

عمر بصری: کیا تم ہشام ہو؟

میں: نہیں۔

عمر بصری: اس کے ہم نشین ہو؟

میں: نہیں۔

عمر بصری: تو پھر کہاں کے رہنے والے ہو؟

میں: کوفے کا رہنے والا ہوں۔

عمر بصری: تم بے شک ہشام ہو۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور مجھ سے بغل گیر ہوا اور اپنی جگہ پر بٹھایا اور جب تک میں وہاں تھا اس نے کوئی بات نہیں کی۔ امام جعفر صادقؑ مسکرائے اور فرمایا اے ہشام! اس بات کو کہاں سے سیکھا؟ ہشام نے جواب دیا یا ابن رسول اللہ! میری زبان پر اسی طرح جاری ہو گیا۔ حضرتؑ نے فرمایا اے ہشام! واللہ جس بات کا تمھیں الہام ہوا اس کا تذکرہ صحیفۂ ابراہیم و موسیٰ میں بھی ہے۔

مخفی نہ رہے کہ بعض مخالفین اس بات کو بعید مانتے ہیں کہ اس زمانے میں بھی امام معصوم ہمارے درمیان ہو اور زمانہ آں حضرت کے وجود سے خالی نہ ہو اور اس بات کو بعید جانتے ہیں کہ اتنے زمانے تک حضرت صاحب العصرؑ قید حیات میں ہوں۔ اور یہ اعتراض بھی کرتے ہیں ایسا امام جو ظاہر نہ ہو اور اس استفادہ ممکن نہ

ہوتو اس کا وجود اور عدم جود برابر ہے۔ان کے جواب میں وہ حکایت کافی ہے جو جناب سید رضی الدین علی بن طاوس علیہ الرحمہ سے مروی ہے۔اس کا خلاصہ یوں ہے: آں جناب کو بغداد میں بعض مخالف علما کے ساتھ بات کرنے کا موقع ملا۔امام زمانہؑ کی بات آئی۔ان میں سے بعض لوگ اس بات کو ناممکن جانتے تھے کہ آں حضرتؑ نے اتنی لمبی عمر پائی ہو۔سیدؒ نے جو جواب دیا اس کا خلاصہ یوں ہے:

جب شیعہ اور سنی اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت ادریس اور حضرت عیسیٰ آسمان پر اور حضرت خضر زمین پر زندہ ہیں اور ان کی عمر حضرت صاحب العصر والزمانؑ کی عمر سے بہت زیادہ ہے تو یہ کیوں بعید مانا جاتا ہے کہ آں حضرت ابھی تک زندہ ہوں۔جب نبیوں کا طویل العمر ہونا ناممکن نہیں ہے تو پھر یہ کیوں ناممکن ہے کہ جناب سید المرسلینؐ کی نسل سے بھی ایک شخص ہو جس کی عمر برخلاف ظاہر لمبی ہو۔اور یہ حضرت سید المرسلینؐ کے معجزات میں سے ہو۔

جابر ابن عبداللہ انصاری سے منقول ہے کہ ایک روز جناب سید المرسلینؐ حضرت صاحب الامرؑ کے حالات بیان فرما رہے تھے جس کا خلاصہ یوں ہے: وہی ہیں جن کے ہاتھوں سے خدا مشرق سے مغرب تک تمام دنیا کو فتح کرے گا۔اپنے دوستوں سے ایسا غائب ہوگا کہ اس کی تصدیق پر باقی نہیں رہے گا سوائے اس کے جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے لئے امتحان لے لیا ہو۔جابر کہتے ہیں میں نے کہا اے رسول خداؐ! کیا ان کے شیعوں کو ان کی محبت سے فائدہ حاصل ہوگا؟ حضرتؐ نے فرمایا

والذی بعثنی بالحق نبیا انھم لیستضیئون بنورہ و ینتفعون بولایتہ فی غیبتہ کانتفاع الناس بالشمس و ان علا السحاب۔

یعنی اس خدا کی قسم جس نے مجھے حق و راستی کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے !ان کے شیعہ اور چاہنے والے ان کے نور سے روشنی اور ان کی محبت سے فائدہ حاصل کریں گے جس طرح لوگ بادل کے پیچھے چھپے ہوئے سورج سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

مذکورہ حدیث میں بیان کی گئی دوسری بات عُجب وخود پسندی کی مذمت ہے۔یعنی وہ خود پسندی اور غرور جو کثرت عبادت و طاعت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔یہ بہت بری صفت ہے۔حضرت امیر المومنینؑ نے ارشاد فرمایا: وہ گناہ جس کی وجہ سے تم دلگیر اور آزردہ ہو جاؤ اس عبادت سے بہتر ہے جو تمہارے غرور کا باعث ہو۔

جناب سید المرسلینؐ سے منقول ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت داود سے فرمایا کہ اے داود! گنہ گاروں کو خوش خبری دو اور مومنین کو ڈراؤ۔حضرت داود نے عرض کیا کس طرح گنہگاروں کو خوش خبری دوں اور مومنین کو ڈراؤں؟ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا اے داود! گنہگار کو اس بات کی خوشخبری دو کہ میں تمہاری توبہ کو قبول کروں گا اور گناہوں کو بخش دوں گا۔اور مومنین کو خوف دلاؤ کہ اپنے اعمال پر مغرور نہ ہوں۔بے شک کوئی بندہ ایسا نہیں ہے جو حساب کے لئے کھڑا کیا جائے اور ہلاک نہ ہو۔

بیچارے انسان کی کیا مجال کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات سے اس عبادت کے ذریعے سبک دوش ہوسکے جن میں بہت سے نقائص ہیں اور شرائط قبولیت سے بھی عاری ہے۔تو یہ بہت ہی کم عقلی ہے کہ انسان اپنی چند روزہ عبادت پر مغرور ہوجائے، کیونکہ اگر بہ فرض محال شرائط کے ساتھ عبادت کو بجالایا ہے پھر بھی حبط عمل کا احتمال باقی رہتا ہے۔

تو اپنے اعمال پر بھروسہ اور تکیہ کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔منقول ہے کہ برصیصا نام کا ایک عابد تھا جس کی کثرت عبادت سے فرشتے تعجب میں پڑ گئے تھے۔ایک روز شیطان لعین ایک درویش کی شکل میں اس کے صومعہ پر آیا۔برصیصا نے پوچھا تو کون ہے اور کیا چاہتا ہے؟ شیطان نے جواب دیا میں بھی عابد ہوں اور چاہتا ہوں کہ تمہارے ساتھ عبادت کروں۔برصیصا نے جواب دیا میں ایسے شخص کی مصاحبت ضرور اختیار کروں گا جس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کا شوق ہے۔ابلیس اندر آیا اور عبادت میں مشغول ہوگیا۔دن و رات سویا نہیں، نہ کھانا کھایا نہ پانی پیا۔برصیصا نے اس نابکار کی سعی و کوشش کو دیکھا تو سوال کیا اتنی ریاضت اور بھوک و پیاس برداشت کرنے کی وجہ کیا ہے؟ ابلیس نے جواب دیا کہ اس

کی وجہ یہ ہے کہ ایک بار مجھ سے ایک گناہ سرزد ہو گیا تھا۔ میں جب بھی اس گناہ کو خاطر میں لاتا ہوں تو ندامت وشرمندگی سے میری خواب وخوراک چھوٹ جاتی ہے۔

برصیصا نے کہا میں بھی تمہاری طرح ہونا چاہتا ہوں۔ ابلیس نے جواب دیا جاؤ اور کوئی گناہ کرو اور پھر توبہ کرلو۔ اس طرح تم حلاوت عبادت کو اچھی طرح محسوس کرسکو گے۔ برصیصا نے پوچھا کون سا گناہ کروں؟ ابلیس نے کہا زنا کرو۔ برصیصا نے کہا میں زنا نہیں کروں گا۔ ابلیس نے کہا شراب پینا زیادہ آسان ہے۔ برصیصا نے پوچھا شراب کہاں ملے گی؟ ابلیس نے کہا فلاں گاؤں میں جاؤ، وہاں شراب مل جائے گی۔ برصیصا دھوکے میں آ گیا اور اس گاؤں کی طرف روانہ ہوگیا۔ وہاں پہونچ کر دیکھا کہ ایک صاحب جمال عورت بیٹھی شراب بیچ رہی ہے۔ برصیصا نے شراب خریدی اور پیا۔ جب مست ہوگیا اور عقل زائل ہوگئی تو اس عورت سے زنا کیا۔ اتفاق سے اس عورت کا شوہر آ پہنچا۔ برصیصا نے اسے قتل کر دیا۔ شیطان ایک انسان کی شکل میں جا کر حاکم سے شکایت کی۔ حاکم نے ۸۰ تازیانے شراب کے لئے، ۱۰۰ تازیانے زنا کے لئے اور خون کے بدلے میں اسے پھانسی پر لٹکانے کا حکم دیا۔

ابلیس پہلی صورت میں برصیصا کے سامنے ظاہر ہوا اور کہا اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ برصیصا نے کہا جو بھی برے ہم نشین کی اطاعت کرے گا اس کا حشر یہی ہوگا۔ ابلیس نے کہا میں نے دوسو سال محنت کی ہے تب جا کر تم کو پھانسی کے پھندے پر پہونچایا ہے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اب اس بلا سے نجات مل جائے؟ برصیصا نے جواب دیا ہاں اور جو تم چاہو گے دوں گا۔ ابلیس نے کہا مجھے ایک سجدہ کرو۔ برصیصا نے ابلیس کو سجدہ کیا اور کئی سالوں کی عبادت کو ایک اشارے سے فنا کر دیا اور زاد ایمان کے بغیر عدم کی طرف راہی ہوگیا۔

اس حدیث سے جو دوسری بات سامنے آتی ہے وہ رحمت پروردگار سے مایوسی کی مذمت ہے، اگر چہ گنہ کار ہی کیوں نہ ہو۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول کافی ہے:

قُلْ يَاعِبَادِیَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لاتَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللهِ إِنَّ اللهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (زمر: ۵۳)

ترجمہ: کهه دیجیے که اے میرے وہ بندوں جنهوں نے اپنے اوپر زیادتی کی هے الله کی رحمت سے ناامید نه هو، یقیناً الله سب هی گناهوں کو بخش دیا کرتا هے، یقیناً الله بڑا بخشنے والا مهربان هے۔

امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ حضرت سید المرسلینؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک شخص کو جہنم میں ڈالنے کا حکم دے گا اور فرشتے اس کو جہنم کی طرف لے جائیں گے۔ وہ پیچھے کی طرف مڑ کر دیکھے گا۔ حق تعالیٰ اسے واپس لانے کا حکم دے گا۔ جب واپس لایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ سوال کرے گا پشت کی طرف کیوں نگاہ کی؟ وہ بندہ کہے گا مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ تو مجھے جہنم میں ڈال دے گا۔ مجھے یہ امید تھی کہ تو میری گناہوں کو بخش دے گا اور بہشت میں داخل کرے گا۔

اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا میرے عزت وجلال کی قسم! وہ ہرگز میری نسبت حسن ظن نہیں رکھتا تھا اور اگر ایک بار بھی میری طرف گمان نیک کرتا تو میں اسے جہنم میں نہ بھیجتا۔ لیکن اس قول میں اس کے کاذب ہونے کے باوجود، اس بات کے کہنے کے باعث اسے بخش دیا اور جنت میں داخل کر دیا۔

امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اے اہل عراق! تم کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت سب سے زیادہ اس آیت میں جھلکتی ہے:

قُلْ يَاعِبَادِیَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لاتَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللهِ إِنَّ اللهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ۔

(زمر: ۵۳)

کهه دیجئے که اے میرے وہ بندو جنهوں نے اپنے اوپر زیادتی کی هے الله کی رحمت سے ناامید نه هو۔ یقیناً الله سب هی گناهوں کو بخش دیا کرتا هے یقیناً وہ بڑا بخشنے والا مهربان هے۔

لیکن ہم کہتے ہیں کہ سب سے زیادہ رحمت ومغفرت اس

آیت میں جھلکتی ہے:

وَلَسَوْفَ یُعْطِیکَ رَبُّکَ فَتَرْضَی (ضحیٰ:۵)

اور بہت جلد آپ کو اللہ عطا کرے گا ایسا کہ آپ خوش ہو جائیں۔

کیوں کہ پیغمبر اسلامؐ راضی نہ ہوں گے مگر یہ کہ پوری امت بخش دی جائے۔ کتاب ''عین الیقین'' میں مسطور ہے کہ جب حق سبحانہ و تعالیٰ ارادہ کرے گا کہ لوگوں کو محشور کرے تو جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل کو زندہ کرے گا اور ان کو رضوان کے پاس بھیجے گا اور یہ پیغام کہلائے گا کہ جنت کو محمدؐ اور ان کی امت کے لئے سجایا جائے۔ اس کے بعد براق کو زندہ کیا جائیگا اور اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ اس کو زین کیا جائے اور یہ زین یاقوت سرخ کا ہوگا اور اس کی لگام زبرجد کی ہوگی۔ فرشتے براق اور لباس بہشتی کے دو جوڑے لیکر حضرت پیغمبرؐ کی قبر مطہر کی طرف روانہ ہوں گے۔ زمین کے ہموار ہو جانے کی وجہ سے نشان قبر نہ ملے گا۔

اتنے میں وہ دیکھیں گے کہ قبر کی جگہ سے نور محمدی آسمان کی طرف ایک ستون کی طرح بلند ہو رہا ہے۔ اس نور کے ذریعے آں حضرتؐ کی قبر تک آئیں گے۔ جبرئیل اسرافیل سے کہیں گے کہ آں حضرتؐ کو اس طرح آواز دو کہ تمھاری آواز سے ساری خلق زندہ ہو جائے۔ اسرافیل کہیں گے تم ندا کرو کیوں کہ تم آں حضرتؐ کے دوست اور خلیل رہ چکے ہو۔ جبرئیل کہیں گے مجھے شرم محسوس ہوتی ہے۔ اسرافیل میکائیل سے کہیں گے تم آواز دو۔

میکائیل عرض کریں گے السلام علیک یا محمدؐ۔ کوئی جواب نہیں ملے گا۔ میکائیل ملک الموت سے کہیں گے تم آواز دو۔ عزرائیل کہیں گے اے روح طیب اپنے بدن طیب کی طرف رجوع کرو۔ کوئی جواب نہیں آئے گا۔ پھر اسرافیل آواز دیں گے اے روح طیب قضا اور حساب کے لئے اٹھ جایئے۔ پس قبر پھٹے گی اور وہ یہ دیکھیں گے کہ حضرتؐ اپنی قبر میں تشریف فرما ہیں اور اپنے سر سے خاک جھاڑ رہے ہیں۔ جبرئیل حلہ اور براق کو حضرتؐ کی خدمت میں پیش کریں گے۔ جناب سید المرسلینؐ جبرئیل سے پوچھیں گے آج کون سا دن ہے؟ جبرئیل جواب دیں گے آج گنہگاروں کی شرمندگی اور حسرت کا دن ہے۔ میثاق کا دن ہے۔ فراق کا دن ہے۔

جناب سید المرسلینؐ جبرئیل سے فرمائیں گے کہ مجھے اچھی خبر سناؤ۔ جبرئیل کہیں گے اے محمدؐ! ہمارے ساتھ براق و تاج ہے۔ حضرتؐ فرمائیں گے میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ جبرئیل کہیں گے جنت کو آپ کے قدوم مبارک کے لئے مزین کیا گیا ہے اور جہنم کے دروازوں کو بند کر دیا گیا ہے۔ حضرتؐ فرمائیں گے میں اس بارے میں سوال نہیں کر رہا ہوں۔ میں تم سے اپنی گنہگار امت کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔ کہیں ان کو پل صراط پر اکیلا تو نہیں چھوڑ دیا ہے۔

اسرافیل عرض کریں گے پروردگار کی قسم! میں نے ابھی تک صور نہیں پھونکا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا اب میرا دل خوش ہوا اور آنکھیں روشن ہوئیں۔ آں حضرتؐ حلہ و تاج کو زیب تن کریں گے اور براق پر سوار ہوں گے۔ براق کے دو بازو ہوں گے جس سے وہ پرواز کرے گا۔ براق کا چہرہ انسان کی طرح ہوگا۔ اس کی زبان گائے کی زبان کی طرح ہوگی، بال و کان لمبے ہوں گے۔ دونوں آنکھیں زبرجد سبز کی ہوں گی جو کوکب کے مانند چمک رہی ہوں گی۔ اس کی پیشانی یاقوت سرخ کی ہوگی۔ اس کی دم گائے کی دم کی طرح ہوگی جو طلائے احمر سے مزین ہوگی۔ اس کا جسم بجلی کی طرح ہوگا۔ بعض نے کہا ہے کہ طاووس کی طرح اور گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا ہوگا۔ اس کو براق اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ رفتار میں سریع السیر ہے۔

جب حضرتؐ اس کے قریب جائیں گے تا کہ اس پر سوار ہوں، تو وہ اضطراب کرے گا اور کہے گا مجھ پر سوائے بنی ہاشم ابطحی، محمد بن عبداللہ جن پر قرآن نازل ہوا ہے کوئی اور سوار نہ ہو سکے گا۔ اس وقت حضرتؐ فرمائیں گے کہ میں ہی محمدؐ ہوں۔ آں حضرتؐ سوار ہو کر روانہ ہوں گے۔ پس رب العزت کا منادی ندا کرے گا کہ اپنے سر کو اٹھاؤ اور اپنی حاجت کو مانگو۔ حضرتؐ فرمائیں گے کہ خدایا تو نے وعدہ کیا تھا میری امت کے لئے۔ پس حق تعالیٰ فرمائے گا:

وَلَسَوْفَ یُعْطِیکَ رَبُّکَ فَتَرْضَی۔ (ضحیٰ:۵)۔ اور یہ ہے اس حدیث کا مطلب۔

(جاری)